الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

مروّجہ دُرودوسلام کی شرعی حیثیت

تالیف

(مولانا) محمد موسیٰ شاکر

خطیب جامع مسجد مکّی شفیلڈ انگلینڈ


بسم الله الرحمن الرحيم
وما ارسلناك الا رحمة للعالمين


اللهم صل على محمد وعلى ال محمد
كما صليت على ابراهيم وعلى ال ابراهيم
انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى ال محمد
كما باركت على ابراهيم وعلى ال ابراهيم
انك حميد مجيد

انتساب

میں اپنی اس حقیر سی کاوش کو بارگاہ ربّ العالمین میں عرض قبولیت پیش کرتے ہوئے اپنے تمام **مہربان اساتذہ کرام** کے نذر کرتا ہوں جنہوں نے بندہ کی تعلیم و تربیت میں شب وروز محنت فرمائی اور جن کی شفقت اور خصوصی توجہ کے سایۂ عاطفت تلے بندہ علوم نبوتؐ کی پیاس بجھاتا رہا۔

اور اپنے **مرحوم والدین رحمھما اللہ** کے نام منسوب کرتا ہوں جنہوں نے علم دین کے راستے پہ مجھے ڈالا اور جن کی دعاؤں کی بدولت میں اس قابل بن سکا۔اور اللہ کے حضور دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے والدین اور مرحوم اساتذہ کو غریق رحمت فرمائے اور ان کی مغفرت فرماکر جنّت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے اور جو زندہ ہیں ان کو دین کی محنت کے لئے تا دیر ترو تازہ رکھے۔

(اللّٰھم آمین)

محتاج دعاء محمد موسیٰ شاکر غفراللہ لہ

فہرست مضامین

درود شریف اور بدعات

درود شریف ایک عمدہ ترین عبادت ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (سورۂ احزاب:۵۶)

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر۔اے ایمان والو! رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

صلوٰۃ کی اضافت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد رحمت ہوتی ہے اور جب فرشتوں کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد دعائے رحمت ہے۔اسی طرح مومنوں کی طرف بھی صلوٰۃ کی اضافت طلب رحمت کے معنیٰ میں ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور آپ کی تعریف اور اعزاز و اکرام کرتا ہے اور فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں،سو تم بھی اللہ سے رحمت کے نزول کی دعا کرو۔حدیث شریف میں درود شریف کی جو شان اور درجہ بیان ہوا ہے وہ گنتی سے باہر ہے۔چناں چہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ

''جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں۔'' (مسلم: ج۱،ص ۱۷۵۔ مشکوٰۃ: ج۱،ص ۸۶)

اور ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ

''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں اور اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔''

(مستدرک: ج۱،ص ۵۵۰)

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ

''جو قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے بیٹھی ہو اور اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا ہو تو مجلس اس کے لیے باعث وبال ہوگی۔'' (مستدرک: ج۱،ص ۵۵۰۔ مشکوٰۃ: ج۱،ص ۱۹۸)

الغرض! درود شریف کی بڑی تاکید اور فضیلت آئی ہے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ کے ذکر اور درود شریف کے پاک الفاظ سے ہر وقت اپنی زبانوں کو تر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔

درود شریف کا پڑھنا ایک بہت بڑی عبادت ہے اور تقرب خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے، لیکن اسی طریقے سے جس طرح حضرات صحابۂ کرامؓ اور خیر القرون میں پڑھا جاتا تھا۔ خیر القرون میں نہ درود شریف کے حلقے باندھے جاتے تھے اور نہ بلند آواز سے پڑھا جاتا تھا۔ فقۂ حنفی کی مستند کتاب میں لکھا ہے:

"ذکر بالجہر یعنی اونچی آواز میں ذکر کرنا حرام ہے (1)۔"

کیوں کہ صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایک جماعت کو مسجد سے اس لیے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لا اِلٰہ اِلا اللہ اور درود شریف پڑھتی تھی اور فرمایا کہ میں تو تمھیں بدعتی ہی سمجھتا ہوں۔ (شامی: ج ۵، ص ۵۰)

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جس عبادت کے لیے شریعت مطہرہ نے کسی مخصوص ہیئت کے ساتھ قید نہیں لگائی اور اس کے لیے کسی خاص اہتمام اور اجتماع کی ترغیب نہیں دی تو یقیناً کوئی مخصوص طرز وطریقہ غلط ہوگا۔

اسی کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت سالم بن عبید صحابیؓ کی مجلس میں ایک صاحب کو چھینک آئی تو اس نے کہا "السلام علیکم" آپ نے فرمایا "تجھ پر بھی اور تیری ماں پر بھی" وہ صاحب اس سے ذرا بگڑے، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو وہی بات کہی ہے جو ایسے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ آپؐ کی مجلس میں کسی کو چھینک آتی اور وہ ــــــ "السلام علیکم" کہتا تو آپ فرماتے "تجھ پر بھی اور تیری ماں پر

بھی" ___ اور پھر ارشاد فرماتے کہ جب کسی کو چھینک آئے اسے "الحمد للہ" کہنا چاہئے۔ سننے والوں کو "یرحمک اللہ" کہنا چاہئے۔ اور اسے جواب میں پھر "یغفر اللہ لی ولکم" کہنا چاہئے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۶)

دیکھیے کہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جو کہ کوفہ کے گورنر تھے، بلند آواز سے ذکر کرنے والوں اور بلند آواز سے درود شریف پڑھنے والوں کو مسجد سے نکال دیتے تھے اور فرماتے کہ تم بدعتی ہو۔ اگر اس فعل کی کچھ بھی گنجایش ہوتی تو موصوف ایسا کبھی نہ کرتے۔

کوئی حضرت ابن عمرؓ سے پوچھے کہ آپ نے درود و سلام سے کیوں منع کیا اور والسلام علی رسول اللہ کے الفاظ سے آپ کو کیا تکلیف ہوئی ہے؟ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا گناہ ہے؟ بے موقع اور بے محل درود و سلام سے تو وہابی منع کیا کرتے ہیں، آپ اس زمرے میں کیسے شامل ہو گئے؟ مگر یہ حضرات تو سراپا مطیع رسول تھے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حمد و سلام کے موقع اور محل کو بہ خوبی جانتے تھے۔ اس لیے انھوں نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اس وقت پڑھنے والے بھی ہوتے تھے، درود شریف بھی تھا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت بھی بے انتہا تھی، مگر گلے پھاڑ پھاڑ کر درود شریف پڑھنے کا نہ صرف یہ کہ تصور ہی نہ تھا بلکہ وہ اس کو بدعت اور پڑھنے والوں کو بدعتی سمجھتے تھے اور مسجدوں سے نکال دیا کرتے تھے اور بے موقع درود و

سلام سے منع فرمایا کرتے تھے۔ جب اُس وقت بلند آواز اور بے موقع درود شریف پڑھنے کا ثواب نہ تھا تو آج کیسے ثواب کا باعث بن سکتا ہے؟ کیا ایسا کرنے والوں پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ (معاذ اللہ)

اذان کے کلمات میں اضافہ

قارئین کرام:

اذان کے کلمات اللہ رب العزت کی طرف سے متعین و مقرر ہیں، اور اللہ کے رسول ﷺ کے پسندیدہ ہیں، چنانچہ احادیث میں آتا ہے:

٦٤٩ ـ (٩) عن ابن عُمرَ ، قال : كانَ المُسلمونَ حين قدِموا المدينةَ يجتمِعونَ فيتحيَّنونَ للصلاةِ ، وليس يُنادي بها أحدٌ ، فتكلَّموا يوماً في ذلك ، فقال بعضُهم : اتخذوا مثلَ ناقوس النَّصارى . وقال بعضُهم : قرْناً[٢] مثلَ قرْنِ اليهودِ . فقال عمرُ : أوَلا تبعثونَ رجلاً يُنادي بالصلاة ؟ فقال رسولُ الله ﷺ : « يا بلالُ ! قمْ فنادِ بالصَّلاة » . متفقٌ عليه .

"حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان مدینہ میں آکر جمع ہوگئے تو نماز کے لئے وقت اور اندازہ معین کرنے لگے (کیونکہ) کوئی آدمی نماز کے لئے بلانے والا نہ تھا (ایک روز) جب اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو بعضوں نے کہا کہ نصاری کی طرف ناقوس بنالیا جائے اور بعضوں نے کہا کہ یہود کی طرح سینگ بنالیا جائے (یہ تمام تجاویز سن کر) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی کیوں نہ مقرر کردیا جائے جو نماز کے لئے (لوگوں کو) بلالیا کرے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بلال! کھڑے ہوکر نماز کے لئے منادی دیا کرو۔" (بخاری ومسلم)

٦٤١ – (١) عن أنسٍ، قال: ذكروا النارَ والناقوسَ، فذكروا اليهودَ والنصارى، فأُمِرَ بلالٌ أنْ يَشفعَ الأذانَ، وأنْ يُوتِرَ الإقامةَ. قال إسماعيلُ: فذكرتُه لِأيوبَ. فقال: إلّا الإقامةَ. متفقٌ عليه.

"حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے (اذان کی مشروعیت سے پہلے نماز کے وقت کا اعلان کرنے کے سلسلے میں) آگ اور ناقوس کا ذکر کیا۔ بعض لوگوں نے یہود ونصاری کا ذکر کیا (کہ ان کی مشابہت ہوگی) پھر سرور کائنات ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اذان کے کلمات جفت کہیں (یعنی اذان کے شروع میں اللہ اکبر چار مرتبہ کہیں اور باقی کلمات سوائے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ کے جو ایک مرتبہ کہا جاتا ہے وہ دو مرتبہ کہیں) اور تکبیر کے کلمات (سوائے اللہ اکبر کے) ایک ایک مرتبہ کہیں) شیخ اسماعیلؒ (جو اس حدیث کے راوی اور بخاریؒ و مسلمؒ کے استاذ ہیں) فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا ذکر ایوب سے (جو اس حدیث کے راوی ہیں اور جنہوں نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے) کیا تو انہوں نے فرمایا کہ لفظ قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃ دو مرتبہ کہنا چاہئے (یعنی تکبیر کے اوّل و آخر میں "اللہ اکبر" کے علاوہ بقیہ کلمات ایک ایک مرتبہ ہیں اور لفظ قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃ دو مرتبہ ہے)۔" (بخاریؒ و مسلمؒ)

٦٥٠ – (١٠) وعن عبد اللهِ بن زيدِ بن عبدِ ربِّه، قال: لمَّا أمرَ رسولُ اللهِ ﷺ بالنَّاقوسِ يُعمَلُ ليُضْرَبَ به للنَّاسِ لجمعِ الصَّلاة، طافَ بي وأنا نائمٌ رجلٌ يحمِلُ ناقوسًا في يدِه، فقلتُ: يا عبدَ الله! أتبيعُ النَّاقوسَ؟ قال: وما تصنعُ به؟ قلتُ: ندعو به إلى الصلاةِ. قالَ: أفلا أدلُّكَ على ما هوَ خيرٌ منْ ذلكَ؟ فقلتُ له: بلى. قال: فقال: تقولُ: اللهُ أكبرُ، إلى آخره[٣]، وكذا الإقامة[٤]

فلمَّا أصبحتُ، أتيتُ رسولَ اللهِ ﷺ، فأخبرتُه بما رأيتُ. فقال: «إنَّها لرُؤيا حقٌّ إنْ شاءَ اللهُ، فقُمْ مع بلالٍ، فألْقِ عليه ما رأيتَ فليُؤذِّنْ به، فإنَّه أندى صوتًا منكَ». فقمتُ مع بلالٍ، فجعلتُ أُلْقيهِ عليه ويُؤذِّنُ به. قال فسمعَ بذلكَ عمرُ ابنُ الخطاب، وهو في بيتِه، فخرجَ يجرُّ رداءَه يقولُ: يا رسولَ الله! والذي بعثكَ بالحقِّ لقدْ رأيتُ مثلَ ما أُري. فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «فللّه الحمدُ». رواه أبوداود، والدارمي[١]، وابن ماجه؛ إلاَّ أنَّه لم يذكرِ الإقامةَ. وقال الترمذيُّ: هذا حديثٌ صحيحٌ، لكنَّه لم يصرِّحْ قصةَ الناقوسِ.

"اور حضرت عبداللہ ابن زید بن عبدربہؓ فرماتے ہیں کہ جب سرور کائنات ﷺ نے ناقوس بنائے جانے کا حکم دیا تاکہ نماز کی جماعت میں لوگوں کے حاضر ہونے کے لئے اسے بجایا جائے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں ناقوس لئے ہوئے (جاتا) ہے میں نے اس شخص سے کہا کہ بندہ خدا! کیا تم یہ ناقوس بیچو گے؟ اس شخص نے کہا کہ تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا کہ ہم اسے بجا کر لوگوں کو نماز (کی جماعت) کے لئے بلایا کریں گے۔ اس نے کہا کہ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتا دوں؟ میں نے کہا کہ، ہاں ضرور بتاؤ! اس شخص نے کہا

کہ کہو اللہ اکبر تک اس نے اذان بتا کر پھر اسی طرح اقامت بھی بتائی، جب صبح ہوئی تو میں آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جو کچھ خواب میں دیکھا تھا آپ ﷺ سے بیان کیا، آپ ﷺ نے (خواب سن کر) فرمایا کہ، انشاء اللہ تعالیٰ خواب سچا ہے، اب تم بلالؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر جو کچھ خواب میں دیکھا ہے انہیں بتاتے جاؤ اور وہ اذان کہیں کیونکہ وہ تم سے بلند آواز ہیں۔ چنانچہ میں بلالؓ کے ساتھ کھڑا ہو کر انہیں سکھلاتا گیا اور وہ اذان دیتے رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ، حضرت عمر ابن خطابؓ نے جب اپنے مکان میں اذان کی آواز سنی تو (جلدی کی بنا پر) اپنی چادر کھینچتے ہوئے مکان سے باہر نکلے اور یہ کہتے ہوئے (آنحضرت ﷺ کی خدمت میں) حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے (یہ سن کر) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ الحمد للہ (یعنی سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں) یہ حدیث ابوداؤدؒ، دارمیؒ، اور ابن ماجہؒ نے نقل کی ہے مگر ابن ماجہؒ نے تکبیر کا ذکر نہیں کیا ہے اور ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن انہوں نے ناقوس کے قصّہ کی تصریح نہیں کی ہے۔"

تشریح: آنحضرت ﷺ جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور یہاں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور مسجد بنائی گئی تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ نماز کے وقت اعلان کے لئے کوئی ایسی چیز متعین کی جانی چاہئے جس کے ذریعہ تمام لوگوں کو اوقات نماز کی اطلاع ہو جایا کرے تاکہ سب لوگ وقت پر مسجد میں حاضر ہو جائیں اور جماعت سے نماز ہو سکے چنانچہ بعض صحابہؓ نے یہ مشورہ دیا کہ نماز کے وقت کسی بلند جگہ پر آگ روشن کر دی جایا کرے تاکہ اسے دیکھ کر لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں بعضوں کی رائے ہوئی ناقوس بجانا چاہئے تاکہ اس کی آواز سن کر لوگ مسجد میں حاضر ہو جائیں۔

چند صائب الرائے صحابہؓ نے ان تجویزوں کے سلسلہ میں عرض کیا کہ آگ تو یہودی اپنی عبادت کے وقت اعلان کے لئے روشن کرتے ہیں، اسی طرح ناقوس نصاریٰ اپنی عبادت کے وقت اعلان کے لئے بجاتے ہیں لہٰذا ہمیں یہ دونوں طریقے اختیار نہ کرنے چاہئیں

تاکہ یہود و نصاریٰ کی مشابہت لازم نہ آئے، لہٰذا ان کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ سوچنا چاہئے۔

بات معقول تھی اس لئے بغیر کسی فیصلہ کے مجلس برخاست ہوئی اور صحابہؓ اپنے اپنے گھر آ گئے۔ ایک مخلص صحابی حضرت عبداللہ ابن زیدؓ نے جب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اس سلسلہ میں بہت فکر مند ہیں اور کوئی بہتر طریقہ سامنے نہیں آتا تو بہت پریشان ہوئے ان کی دلی خواہش تھی کہ یہ مسئلہ کسی طرح جلد از جلد طے ہو جائے تاکہ آنحضرت ﷺ کا فکر دور ہو جائے چنانچہ یہ اسی سوچ و بچار میں گھر آ کر سو گئے خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک فرشتہ شکل ان کے سامنے کھڑا ہوا اذان کے کلمات کہہ رہا ہے۔

بعض روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زیدؓ فرماتے تھے کہ اس وقت میں بالکل سویا ہوا نہیں تھا بلکہ غنودگی کے عالم میں تھا اور بعض روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر بدگمانی کا خوف نہ ہوتا تو میں کہتا کہ میں اس وقت سویا ہی نہیں تھا۔ اسی بناء پر بعض علماء نے اس واقعہ کو حال اور کشف پر محمول کیا ہے جو ارباب باطن کو حالت بیداری میں ہوتا ہے۔

بہرحال حضرت عبداللہ ابن زیدؓ صبح کو اٹھ کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ خواب سچ ہے اور فرمایا کہ بلالؓ کو اپنے ہمراہ لو، تم انہیں وہ کلمات جو تمہیں خواب میں تعلیم فرمائے گئے ہیں بتاتے رہو وہ انہیں زور سے ادا کریں گے کیونکہ وہ تم سے بلند آواز ہیں۔

چنانچہ جب اس طرح دونوں نے اذان دی اور حضرت بلالؓ کی آواز شہر میں پہنچی تو حضرت عمر فاروقؓ دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ابھی جو کلمات ادا کئے گئے ہیں میں نے بھی خواب میں ایسے ہی کلمات سنے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ منقول ہے کہ اسی رات میں دس گیارہ یا چودہ صحابہؓ نے ایسا ہی خواب دیکھا تھا۔

(ملخص از مشکوٰۃ شریف باب الاذان ص:۲۰۵)

اس طرح یہ اذان جس کی تعلیم براہ راست اللہ رب العزت نے دی اور معراج کے موقع پر یہی اذان پیارے پیغمبر ﷺ عرش عظیم پر ایک فرشتہ سے سن چکے تھے، آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں حرمین شریفین کی فضاؤں میں گونجتی رہی حضرات صحابہ کرامؓ، وتابعینؒ اور اسلافِ امّت کا مسلسل عمل گواہ ہے کہ انہوں نے اسی اذان کو اپنائے رکھا اور اس میں اپنی طرف

سے کوئی ترمیم واضافہ نہ کیا۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہماری نجات اللہ تبارک وتعالیٰ اور اسکے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت میں، اور اولیاء واسلاف اور فقہائے امّت کی مکمل اتباع میں ہے، اور یہی اہل سنّت والجماعت کا مسلک ہے، لہٰذا ہمیں صرف وہی اذان دینی چاہئیے جو مسنون ومنقول ہے۔ بعض شیعہ حضرات نے اذان کے وسط میں اور بعض مبتدعین نے اذان کے شروع میں جو اضافے کئے ہیں وہ قرآن وسنّت کی رو سے صحیح نہیں ہے، بلکہ بدعت ہیں۔

اسلام میں عبادات سب توقیفی ہیں جن کا صحابہ کرامؓ سے منقول و ماثور ہونا ضروری ہے۔ راہِ حق کی تعیین حضرت خاتم النبیینؐ نے ما انا علیہ واصحابی سے کردی ہوئی ہے اور یہ بات اپنی جگہ پختہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں صلوٰۃ وسلام ہرگز نہ تھا۔ نہ شروع اذان میں نہ آخر اذان میں نہ درمیان میں ــــ اذان میں اگر کچھ بھی اضافے کی گنجائش ہوتی تو اذان کے آخری جملے لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اقرارِ رسالت محمد رسول اللہ ضرور ملا لیا جاتا۔ جب یہ نہیں تو کوئی اور کلمہ یا صلوٰۃ وسلام اس حکم میں نہیں کہ اسے اذان میں داخل کیا جا سکے۔

صاحب مجالس فرماتے ہیں:

قَدْ غُيِّرَتْ هٰذِهِ السُّنَّةُ فِي هٰذَا الزَّمَانِ فِي أَكْثَرِ الْبُلْدَانِ لِأَنَّ

أَهْلَهَا يُؤَذِّنُونَ بِأَنْوَاعِ النَّغَمَاتِ وَالْإِلْحَانِ .... ثُمَّ أَنَّهُمْ

لِحِرْصِهِمْ عَلَى التَّغَنِّي لَمْ يَكْتَفُوا بِكَلِمَاتِ الْأَذَانِ بَلْ زَادُوا عَلَيْهَا

بَعْضَ الْكَلِمَاتِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانَ مَشْرُوْعًا بِنَصِّ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَكَانَ

مِنْ أَكْبَرِ الْعِبَادَاتِ وَأَجَلِّهَا لٰكِنْ إِتِّخَاذُهَا عَادَةً فِي الْأَذَانِ

عَلَى الْمَنَارَةِ لَمْ يَكُنْ مَشْرُوْعًا إِذْ لَمْ يَفْعَلْهَا أَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ

وَالتَّابِعِيْن ولا غيرهم من ائمة الدِّين وليس لاحد اَن

يَّضَعَ الْعِبَادَاتِ إِلَّا فِي مَوَاضِعِهَا الَّتِي وَضَعَهَا فِيْهَا الشَّرْعُ

وَمَضٰى عَلَيْهَا السَّلَفُ أَلَا تَرٰى أَنَّ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ مَعَ كَوْنِهَا مِنْ

أَعْظَمِ الْعِبَادَاتِ لَا يَجُوْزُ لِلْمُكَلَّفِ أَنْ يَّقْرَءَهَا فِي الرُّكُوْعِ

وَلَا فِي السُّجُوْدِ وَلَا فِي الْقَعْدَةِ لِأَنَّ كُلًّا مِّنْهَا لَيْسَ مَحَلًّا.

(مجالس الابرار ص۳۰۷)

آج کل اکثر مقامات پر مسنون اذان میں تبدیلی ہو چکی ہے۔ اولاً تو یوں کہ مؤذن لوگ اذان کے کلمات کو گا گا کر مختلف لہجوں میں ادا کرتے ہیں، پھر جب راگ ورنگ کے دلدادہ طبقہ کے ذوق کی تکمیل نہ ہوئی تو انہوں نے اذان کے موجودہ کلمات کو کم سمجھا اور درود شریف کا اضافہ کر لیا (اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوپاک میں اذان سے قبل یہ اضافہ لاؤڈ سپیکر کے بعد کی پیداوار ہے) گویا کہ درود شریف کا پڑھنا قرآن وسنّت کی رو سے مستحسن اور بہت بڑی عبادت ہے، لیکن اسے اذان کا جزو بنا لینا جائز نہیں۔ اس لئے کہ حضرات صحابہ کرام، حضرات تابعینؒ اور دیگر ائمہ وفقہاء امّت میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا۔ شریعت اسلامیہ نے عبادات کو جس مقام و جس کیفیت پر رکھا ہے، خصوصاً جس پر اسلاف امّت کا عمل جاری ہے اس میں تبدیلی کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی توضیح کے لئے یہ مثال کافی ہے کہ تلاوۃ کلام پاک باوجودیکہ بہت بڑی عبادت ہے لیکن کسی شخص کے لئے جائز نہیں

کہ وہ رکوع، سجدہ، یا قعدہ میں قرآن پڑھے چونکہ ان میں سے کوئی جگہ بھی تلاوت کا محل نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اظہار محبت کے لئے بعض شیعہ نے اذان میں اشہدان امیر المومنین وامام المتقین علیاً ولی اللہ الخ وغیرہ کلمات کا اضافہ کیا، ذخیرہ احادیث میں کہیں ان الفاظ کا پتہ نہیں ملتا، نیز داخلی شہادت کے طور پر پتہ چلتا ہے کہ یہ الفاظ دور نبوی میں موجود نہ تھے۔ اس کے بعد خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں موجود نہ تھے خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود نہ تھے خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانے میں موجود نہ تھے۔

خلیفۂ چہارم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود نہ تھے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ وہی اذان دی جائے جو ان کے دور خلافت میں دی جاتی تھی۔

لہٰذا ایسے الفاظ جو خیر القرون میں نہیں یقیناً سیاسی یا مذہبی گروہ بندی کا نتیجہ ہیں اور اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ مشہور شیعہ محقق شیخ طوسی نے کتاب الاستبصار کے باب عدد الفصول فی الاذان والاقامۃ (کلمات اذان واقامت) کی حدیث نمبر ۲، ۳، ۴، ۵ میں کلمات اذان واقامت کا ذکر کیا ہے لیکن مندرجہ بالا کلماتِ شہادت کا ذکر نہیں۔

(محمد بن حسن طوسی الاستبصار ج ا صـــــ)

بلکہ شیعہ کے رئیس المحدثین ابوجعفر محمد علی الصدوق المتوفی ۳۸۱ھ نے مَنْ لَّا يَحْضُرُهُ الْفَقِيْه بَابُ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ کی حدیث نمبر ۳۵ میں پوری اذان درج کی ہے جس میں حی علی الفلاح کے بعد صرف حی علی خیر العمل کا اضافہ ہے اس کے بعد وہ لکھتے ہیں۔

"قَالَ مُصَنِّفُ هٰذَا الْكِتَابِ هٰذَا هُوَ الْأَذَانُ الصَّحِيْحُ لَا يُزَادُ فِيْهِ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُ وَالْمُفَوِّضَةُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ قَدْ وَضَعُوْا أَخْبَارًا وَّزَادُوْا فِي الْأَذَانِ مُحَمَّدٌ وَّاٰلُ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ مَرَّتَيْنِ

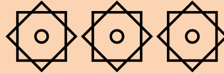
وَفِيْ بَعْضِ رِوَايَاتِهِمْ بَعْدُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ رَّوٰى بَدَلَ ذٰلِكَ أَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا مَّرَّتَيْنِ، وَلَا شَكَّ فِيْ أَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ وَأَنَّهٗ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا وَّأَنَّ مُحَمَّدًا وَّاٰلَهٗ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ وَلٰكِنْ لَّيْسَ ذٰلِكَ فِيْ أَصْلِ الْأَذَانِ......

(۲) أَبُوْ جَعْفَرُ الصَّدُوْقُ: فَقِيْهُ مَنْ لَّا يَحْضُرُهُ الْفَقِيْه - ج ۱ ص ۱۸۸

اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ یہی وہ صحیح اذان ہے جس میں کمی وبیشی جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ شیعہ کے فرقہ مفوضہ پر لعنت بھیجے کہ انہوں نے احادیث گڑھی ہیں، اور اذان میں " محمّد و اٰل محمّد خیر البریّۃ" کا اضافہ کیا ہے، اور ان میں سے بعض نے "اشھد انّ محمّداً رّسول اللّٰہ" کے بعد "اشھد انّ علیاً ولی اللّٰہ" کا جملہ دو دفعہ بڑھالیا ہے، جبکہ بعض نے " اشھد انّ علیاً امیر المؤمنین حقاً " کا جملہ دو دفعہ بڑھایا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ علیؓ اللہ کے ولی ہیں اور وہ برحق امیر المؤمنین ہیں، اور محمد ﷺ اور ان کی اہل میں بہتر ہیں، لیکن یہ کلمات اذان کا حصّہ بالکل نہیں ہیں۔

الغرض سابقہ تحقیق سے یہ بات پائیہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ شہادت علیؓ کے مروّجہ کلمات اذان کا حصّہ نہیں، بلکہ شیعہ محدّث نے تو ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

اب اہل تشیع کی اذان کے ردعمل میں اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف ومنقبت کے طور پر اذان میں اضافہ کرے تو یقیناً یہ اضافہ بھی بدعت اور غیر مسنون شمار ہوگا، چونکہ اسلام نے سنت وبدعت کا جو معیار قائم کیا ہے وہ مسلک ومشرب اور شخصیات کی جکڑبندیوں سے بالاتر ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی سنی بھی اسلامی عبادات میں اضافہ کرے گا تو یہ اضافہ بدعت اور خلاف سنت شمار ہو گا۔



اذان سے پہلے درود وسلام

پاک وہند میں بعض مبتدعین نے اذان سے قبل درود شریف کا اضافہ کیا۔

جائزہ ازروئے قرآن:

ارشادِ ربانی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ

عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (الاحزاب ۵۶)

اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود وسلام پڑھا کرو۔

یہ آیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور کون ہے جو آپ سے زیادہ بڑھ کر اس کے مفہوم و مراد سے واقف ہو۔ آپ نے حسب عادت یہ آیت بھی حضرات صحابہ کو سمجھائی۔ صحابہ نے آپ کی تعلیمات کے مطابق اس پر عمل کیا: اگر اس آیت کے مفہوم میں اذان سے قبل درود شریف پڑھنا بھی

ہوتا تو یقیناً آپ ضرور بتلاتے اور حضرات صحابہ ضرور اس پر عمل پیرا ہوتے، لیکن آپ کی حیات طیبہ میں اذان سے قبل درود شریف نہ پڑھا گیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ قرآنی مفاہیم سے بخوبی واقف تھے۔ جن میں ابن

عباسؓ جیسے سید المفسرین بھی موجود تھے۔ اس کے باوجود حضرات صحابہ نے اذان سے قبل درود شریف نہ پڑھا معلوم ہوا کہ اذان سے قبل درود شریف قرآنی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں۔ اب اگر اس درود میں کوئی

شخص اس درود کو آیت کے مفہوم میں داخل کرے تو بارگاہ الٰہی کی گستاخی ہوگی، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذان کے جو کلمات عطا ہوئے۔ ان میں ایک چیز کی کمی تھی جسے اب پورا کیا گیا۔ نیز اس سے بارگاہِ رسالت کی گستاخی ہوگی کہ یا تو اللہ کے رسولؐ کو آیت کا مکمل مفہوم معلوم نہ تھا یا معلوم تھا، مگر آپ نے امت کو نہیں بتلایا نیز یہ کہ آپ کی حیات طیبہ میں جو اذان دی جاتی تھی وہ قدرے قابل اصلاح تھی اور درود شریف کے اضافے کی متقاضی تھی۔

نیز اس سے شان صحابہ میں گستاخی ہوگی کہ یا تو وہ قرآنی مراد سے ناواقف تھے یا واقف ہونے کے باوجود انہوں نے اس محبوب عمل کو چھوڑے رکھا۔

علامہ خالد محمود اپنی کتاب مطالعہ بریلویت میں لکھتے ہیں:

بریلوی مولویوں میں جب دین میں کوئی نئی چیز داخل کرنی ہو تو وہ عام طور پر اسے تخصیص کی راہ سے لاتے ہیں ان کا دعوےٰ خاص ہوتا ہے لیکن اس پر دلیل وہ عام لاتے ہیں کسی عمل کو کسی خاص وقت سے یا کسی خاص ہیئت سے مخصوص کرنے کا حق صرف شریعت کو ہے اگر اس نے اسے

کسی خاص وقت یا کسی خاص ہیئت سے خاص نہیں کیا تو بریلوی اسے کسی خاص وقت سے خاص کر کے ایک بدعت کیوں کھڑی کر دیتے ہیں اور جب ان سے اس کی دلیل پوچھی جائے تو وہ دلیل

میں لاتے ہیں ان عمومات کو جن کا اس خاص وقت یا خاص ہیئت سے سرے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ـــــ بات چل رہی ہوتی ہے اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی اور وہ آیت پڑھنی شروع کر دیتے ہیں جس میں مطلق درود وسلام پڑھنے کا حکم ہے. اب یہ لوگوں کو مغالطہ دینا نہیں تو اور کیا ہے. دعوے خاص اور دلیل عام.

عوام کو چاہیئے کہ وہ ان کے اس طریقِ واردات سے آگاہ رہیں. جب وہ اس طرح مغالطہ دیں تو انہیں صاف کہیں آپ کا دعوے خاص ہے. آپ اذان کے ساتھ درود وسلام پڑھتے ہیں اور آپ جو دلیل پیش کر رہے ہیں یہ عام ہے اس میں اذان کا کوئی ذکر نہیں. سو آپ کے دعوے اور دلیل میں کوئی مطابقت نہیں ہے.

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں بھی اسی راہ پر چلے ہیں۔ بات اذان کی ہو رہی تھی آپ مطلق درود کو لے بیٹھے۔ دیکھئے کیسی ڈھٹائی سے لکھتے ہیں :۔

جس امر کا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں مطلق حکم دیتا ہو اور خود اپنا اور اپنے ملائکہ کا فعل بتاتا ہو اسے (اذان کے ساتھ پڑھنے کو) بدعت کہہ کر منع کرنا نہیں مگر وہابیوں کا کام ہے اور وہابیہ گمراہ نہ ہوں گے تو ابلیس بھی گمراہ نہ ہو گا اس کی گمراہی ان سے ہلکی ہے.[1]

[1] احکام شریعت حصہ اوّل ص۱۵ طبع مراد آباد

دیکھئے اعلیٰ حضرت کس دبے انداز میں شیطان کی خیر خواہی کر گئے ہیں۔ بریلویوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ شیطان نماز پڑھتا ہے اور وہ بھی دکھانے کے لیے نہیں، بلکہ اس لیے کہ شاید اس کی مغفرت ہو جائے۔[1]

[1] ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ اوّل ص۱۲

جائزہ از روئے سنّت

مسنون اذان کی تمام تفصیلات پیارے پیغمبر ﷺ نے بتلادی تھیں، مؤذن کا انتخاب، اذان کے دوران جواب، اذان کے بعد کی دعاء وغیرہ۔

اگر اذان سے قبل درود شریف مسنون و مستحب ہوتا تو آپ امت کو یہ بھی بتادیتے۔ لیکن ذخیرہ احادیث میں کہیں بھی اس کا پتہ نہیں ملتا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا ہے کہ ہمیں بھی وہی اذان پسند ہو جو خود آپ ﷺ کو پسند تھی۔ ہم وہی مسنون اذان دیں جو آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں حرمین شریفین و دیگر مساجد کی مقدس فضاؤں میں گونجتی رہی۔

(ب) عشق و محبت کے زبانی داعی نہیں بلکہ کردار و عمل کے غازی اپنے تن من دھن کو قربان کردینے والے سچے محب اور عاشق رسول ﷺ تمام حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تھے اگر اذان میں یہ اضافہ کسی درجہ میں بھی حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا سبب ہوتا تو سب سے پہلے یہ کام حضرات صحابہؓ کرتے خصوصًا بارگاہِ رسالت کے مؤذنین جن میں حضرت بلالؓ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ حضرت ابو محذورۃ رضی اللہ عنہ چونکہ وہ بارگاہ رسالت کے مزاج آشنا تھے۔

لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ سچی محبت کے تقاضوں کو پورا کیا کہ وہی مسنون اذان دیتے رہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی الغرض اذان میں اس اضافہ کو محبت کا لبادہ اڑھانے کی کوشش نہیں کی جا سکتی۔

(ج) اذان میں اس قسم کا اضافہ تو بڑی دور کی بات ہے، سنت رسولؐ کے دلدادہ حضرات صحابہ تو عام مسنون اوراد واذکار میں بھی ذرہ بھر آمیزش کو برداشت نہ کرتے تھے گو کہ وہ آمیزش بظاہر کتنی ہی دلآویز ہو۔ ملاحظہ فرمائیں۔ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ رَجُلًا عَطَسَ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا اَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَلَیْسَ ھٰکَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا اَنْ

نَقُولَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ.

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے چھینک مار کر کہا، الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔ اس پر فوراً ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حمد وسلام کا تو میں بھی قائل ہوں، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا نہیں سکھایا، آپ نے بتلایا کہ ہم اس موقع پر صرف الحمد للہ کہا کریں

غور طلب امر یہ ہے کہ بذات خود والسلام علی رسول اللہ کوئی قابل اعتراض جملہ نہیں جب ایک صحابی رسول کو ایک عام مسنون ذکر الحمد للہ پر السلام علی رسول اللہ کا اضافہ منظور نہیں تو خود صاحب سنت صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان جیسے اہم معاملہ میں الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ کا اضافہ کیونکر منظور ہو گا۔

(د) صاحب مجالس کا یہ اصول بڑا وزنی اور واضح ہے کہ جن عبادات کی کیفیّت وحیثیت متعیّن ہے ان میں حذف یا زیادت کا اختیار کسی کو نہیں، اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ جو شخص نماز ظہر کے پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد عمداً درود شریف پڑھے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بھول کر پڑھے تو سجدۂ سہو کرنا ہو گا۔

چونکہ قعدہ اولیٰ میں درود شریف نہیں قعدۂ ثانیہ میں ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ شریعت اسلامیہ نے جہاں درود شریف متعین کیا ہے۔ اس کو وہاں سے ہٹانا جائز نہیں اور جہاں متعین نہیں وہاں بڑھانا جائز نہیں۔

مشہور حنفی محقق علامہ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں اس بات کی تصریح کی ہے ملاحظہ ہو۔ اَوْ تَاخِیْرُ الْقِیَامِ اِلَی الثَّالِثَۃِ بِسَبَبِ الزِّیَادَۃِ عَلَی التَّشَہُّدِ سَاھِیًا وَّلَوْ بِحَرْفٍ مِّنَ الصَّلَاۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(فتح القدیر ج ا ص ۵۰۲)

اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے میں تاخیر ہوگئی اور بھول کر درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔

اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا استدلال حدیث سے

بریلوی حضرات حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علیّ فانہ من صلیّٰ علیّ صلوٰۃ صلیَّ اللہ علیہ بھاعشراً۔

(سنن ابی داؤد ج:۱: ص ۷۷)

ترجمہ: جب تم مؤذن کو (اذان دیتے) سنو تو تم بھی وہ کلمات کہو جو وہ مؤذن کہہ رہاہے پھر تم مجھ پر درود پڑھو۔ جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کو درود شریف سے ایک بڑی مناسبت ہے، اذان کے ساتھ اسے پڑھنا بڑا ہی مناسب ہے، اذان کے بعد ہم اس لئے درود پڑھتے ہیں کہ سب سننے والوں کو اس طرف توجہ ہو جائے اور وہ بھی پڑھیں، سو یہ ہمارا پڑھنا تعلیماً ہے۔

جواب:

یہ درود شریف پڑھنے کا حکم اذان سننے والوں کو ہے، اذان دینے والے کو نہیں، اذان ایک دعوت اور اعلان ہے، دعوت اور اعلان کی اصل یہ ہے کہ وہ جہراً ہو پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

المؤذن يغفر لہ مدى صوتہ۔

مؤذن کی اس حد تک مغفرت کی جاتی ہے جہاں تک اس کی آواز پہنچے۔

تاکہ دوسروں کو پتہ چلے (کہ اذان ہو رہی ہے) ۔اور درود شریف پڑھنا

ایک دعا ہے اور دعا کا مزاج یہ ہے کہ وہ آہستہ ہو ——— اذان سننے والے جس طرح آہستہ آواز سے کلمات اذان ساتھ ساتھ دہراتے ہیں، اسی آواز سے وہ آگے درود شریف پڑھ لیں گے۔ مؤذن بآواز بلند درود شریف اذان کے ساتھ ملائے۔ یہ بات کہاں سے نکل آئی۔ اس پر غور کیجئے۔

(۲) جو بات تعلیماً بآواز بلند کہی جائے وہ کچھ دنوں بعد چھوڑ دی جاتی ہے تاکہ عبادت اپنی اصل پر آجائے۔ آنحضرتؐ نے آمین بھی بآواز بلند کہی تاکہ مقتدیوں کو آمین کے محل اور تلفظ کا پتہ چل جائے۔ پھر جو آمین سنت قائمہ قرار پائی۔ وہ اب تک احناف کے ہاں آہستہ آواز سے کہی جاتی ہے۔

اذا دعا بالدعاء الماثور جھراً ومعه القوم ليتعلموا الدعاء لا بأس به واذا تعلموا حينئذٍ يكون جهر القوم بدعة.[1]

ترجمہ: جب امام ایسی دعائیں جو آثار میں ملتی ہیں بلند آواز سے مانگے اور قوم بھی اس کے ساتھ اسی طرح کریں تاکہ دعا سیکھ جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں جب وہ سیکھ لیں تو اس وقت ان کا بلند آواز سے دعا کرنا بدعت ہوگا۔

(۴) اب بریلویوں کی مسجدوں میں آج کل جو اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام ملاتے ہیں وہ اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اذان کی باری بعد میں آتی ہے اسے ثم صلوا علی کا تعمیل حکم بتانا کسی صاحب علم کا کام نہیں ہوسکتا۔ پھر صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کے اس ارشاد پر کبھی عمل کیا یا نہیں۔ اس ارشاد کے اولین مخاطب وہی تھے کیا کبھی انہوں نے اپنی اذانوں میں کلمات اذان کے ساتھ کبھی درود وسلام بلند آواز سے ملایا تھا؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

علمائے امت اور علماء بریلویہ کا تجزیہ:

گذشتہ سطور سے یہ بات پائیہ ثبوت کو پہنچ چکی، کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان سے پہلے اور بعد یہ اضافہ نہیں تھا اس طرح خلافت راشدہ، خلافت بنی امیہ، خلافت عباسیہ اور پھر قریب زمانہ میں خلافت عثمانیہ تک اذان اپنی اصلی حالت میں باقی رہیا اور اس دوران آٹھویں صدی میں بعض لوگوں نے اذان میں اضافہ کیا تو علمائے امت نے ان کو سختی سے روک دیا اور اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا، ملاحظہ ہو علامہ ابن حجر مکّی ہیثمیؒ لکھتے ہیں:

وَرَدَتْ اَحَادِيْثُ اُخَرُ نَحْوُ تِلْكَ الْاَحَادِيْثِ سَابِقَةً وَّلَمْ

نَرَ فِي شَيْءٍ مِّنْهَا التَّعَرُّضُ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْأَذَانِ وَلَا إِلَى مُحَمَّدٍ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بَعْدَهُ وَلَمْ نَرَ أَيْضًا فِي كَلَامِ أَئِمَّتِنَا تَعَرُّضًا لِذٰلِكَ أَيْضًا فَحِيْنَئِذٍ كُلٌّ وَّاحِدٍ مِّنْ هٰذَيْنِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ فِي مَحَلِّهِ الْمَذْكُوْرِ فِيْهِ فَمَنْ أَتٰى بِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِي ذٰلِكَ مُعْتَقِدًا سُنِّيَّتَهُ فِي ذٰلِكَ الْمَحَلِّ الْمَخْصُوْصِ

نُهِيَ عَنْهُ وَمُنِعَ مِنْهُ لِأَنَّهُ تَشْرِيْعٌ بِغَيْرِ دَلِيْلٍ وَّمَنْ شَرَعَ بِلَا دَلِيْلٍ يُّزْجَرُ

عَنْ ذٰلِكَ يُنْهٰى عَنْهُ ۔ (الفتاوی الکبریٰ الفقہیۃ، ج ۱ ص ۱۳۱)

اس قسم کی اور احادیث بھی ہیں

لیکن کسی بھی حدیث میں اذان سے قبل درود شریف اور اذان کے بعد محمد رسول اللہ کہنے کا ذکر تک نہیں

نیز ہمارے ائمہ کے کلام میں بھی اس مسئلہ کا نشان نہیں ملتا، اس طرح یہ دونوں چیزیں اذان میں مسنون نہیں ہیں، لہٰذا جو شخص بھی اس مقام پر یہ عمل سنت سمجھ کر کرے گا۔ اسے روکا جائے گا، چونکہ یہ تو بلا دلیل ایک مسئلہ کو شریعت کیطرف منسوب کرنا ہے اور ایسا کرنے والے کو سختی کے ساتھ روک دیا جائے گا علامہ

مفتی محمد حسین نعیمی لکھتے ہیں: اذان کے کلمات مقرر ہیں. اس میں کمی بیشی کرنا یا ان کے آگے پیچھے درود شریف یا قرآن کریم کی آیت بلا فصل ملانا بدعت ہے اور عبادت میں خلل ڈالنے کے مترادف ہے، اذان کے ساتھ اول درود شریف کو لازم قرار دینا یا اہل سنت کا شعار بنانا بھی بدعت ہے اور عبادت معہودہ میں تحریف کرنے کی کوشش ہے (ملخص) فتویٰ مفتی محمد حسین نعیمی، جامعہ نعیمیہ، لاہور۔ الانوار الصوفیہ میں ہے: قرون اولی میں بلکہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے کہیں بھی اذان سے پہلے بلند آواز سے تسمیہ یا صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع نہیں ہے دراصل یہ زوائد وہابیوں دیوبندیوں کی ضد سے یا نعت خواں قسم کے مؤذنین نے پیدا کئے ہیں، یہ رسم جو اسلام میں معہود نہیں تھی، جہلاء بڑھاتے چلے جارہے ہیں اور علماء کرام خاموش ہیں پتہ نہیں کیا وجہ ہے (ملخص) الانوار الصوفیہ (ترجمان آستانہ علی پور شریف) جنوری ۱۹۷۸ء۔ دار العلوم حزب الاحناف کا فتویٰ: فجر ہونے سے پہلے لاؤڈ سپیکر پر بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز نہیں. فتویٰ دار العلوم حزب الاحناف لاہور، ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۸ء

الغرض اذان سے پہلے یا بعد درود شریف وغیرہ کا اضافہ قرآن وسنت واقوال صحابہؓ سے ثابت نہیں ہے اور خود بریلوی مکتب فکر کے علمائے بھی اس کو بدعت اور ناجائز قرار دیا ہے کیا ہی اچھا ہو کہ تمام بریلوی حضرات گروہی رجحانات کو بالائے طاق رکھ کر ان حقیقت پسندانہ تعلیمات پر عمل کریں.

اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی تاریخ:

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا رواج نہ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تھا، نہ خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں تھا اور نہ خیر القرون میں کوئی شخص اس بدعت (دین میں نئی بات ایجاد کرنے کو بدعت کہتے ہیں) سے واقف تھا اور نہ ائمہ اربعہؒ میں سے کسی بزرگ نے یہ کارروائی کی اور نہ اس کا فتویٰ دیا، (ائمہ اربعہ کا مطلب چار امام (۱) امام ابو حنیفہؒ، (۲) امام مالکؒ، (۳) امام شافعیؒ، (۴) امام احمد ابن حنبلؒ)۔ بلکہ تقریباً ۷۹۰ھ تک کسی بھی مقام پر یہ بدعت رائج نہ تھی۔

اس بدعت کی ابتدا کب ہوئی اور کس نے کی؟ اس میں کچھ اختلاف ہے، لیکن جس پر جمہور متفق ہیں وہ یہ کہ اس کی ابتدا مصر میں ۷۹۱ھ میں ہوئی۔ اس وقت رافضیوں (شیعوں) کی حکومت تھی۔ چناں چہ تاریخ الخلفاء لسیوطیؒ: ص ۴۹۸، درمختار: ج ۱، ص ۶۴ اور طحطاوی علی مراقی الفلاح: ص ۱۱۴ میں اس کی تصریح ہے کہ اس کی ایجاد ۷۹۱ھ کو ہوئی جب کہ درمختار میں ۷۸۱ھ لکھا ہے۔

اصل واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک جاہل نام نہاد صوفی نے یہ طریقہ خواب میں دیکھا (حالاں کہ مدارِ شریعت خوابوں پر نہیں ہے اور نہ وہ شرعاً حجت ہیں) تو مصر کے ایک ظالم اور راشی حاکم کے سامنے پیش کیا اور اس نے قانوناً یہ بدعت جاری کر دی۔

چناں چہ علامہ مقریزیؒ فرماتے ہیں کہ

"وہ جاہل صوفی، قاہرہ کے محتسب کے پاس گیا۔ اس وقت نجم الدین محمد الطبذی جو ایک جاہل شیخ تھا، قضا اور محاسبے میں بداخلاق تھا، ایک ایک درہم پر جان دیتا تھا اور کمینگی اور بے حیائی کا پتلا تھا۔ حرام اور رشوت لینے سے دریغ نہیں کرتا تھا اور کسی مومن کی قرابت اور ذمے کا پاس اس کو نہ تھا۔ گناہوں پر بڑا حریص تھا۔ اس کا جسم مالِ حرام سے پلا ہوا تھا۔ اس کے نزدیک علم کا کمال بس دستار و جبہ تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ رضائے الٰہی اللہ تعالیٰ کے بندوں کو کوڑے لگانے اور عہدۂ قضا پر برابر جمار ہنے سے ہے۔ اس کی جہالتوں کے قصے اور اس کے گندے افعال کے قصے ملک میں مشہور ہیں۔" (بہ حوالہ الابداع فی مضار الابتداع: ص ۱۶۱)

علاّمہ طحطاویؒ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ کارروائی محمد الطبذی کے حکم سے ہوئی۔ (طحطاوی: ص ۱۰۴، طبع مصر)

امام عبدالوہاب شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے (اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو) یہ فرمایا کہ یہ سلام کہنا جیسا کہ مؤذن اب کرتے ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں نہ تھا اور فرماتے ہیں کہ یہ رافضیوں کے دور میں مصر میں رائج ہوا۔ انھوں نے اپنے خلیفہ اور اس کے وزرا پر اذان کے بعد سلام کہنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ حاکم بامر اللہ کا انتقال ہو گیا اور لوگوں نے اس کی بہن کو اقتدار

سونپا تو اس پر اور اس کی وزرا عورتوں پر موذن یہ سلام کرتے رہے۔ جب عادل بادشاہ صلاح الدین ابن ایوبیؒ کے ہاتھ اقتدار آیا تو اس نے اس بدعت کو ختم کر دیا اور موذنوں کو حکم دیا کہ اس بدعت کی جگہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھا کریں اور شہروں اور دیہاتوں کے باشندوں کو بھی اُس نے یہی حکم دیا۔

(کشف الغمہ: ج ۱، ص ۷۸، طبع ۱۳۷۰ھ)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ صلوٰۃ وسلام نہ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تھا اور نہ حضرات خلفائے راشدینؓ کے دورِ مسعود میں۔ بلکہ اس کی ابتدا مصر میں اس زمانے میں ہوئی جب وہاں رافضیوں کا اقتدار تھا۔ انھوں نے ملکۂ مصر اور اس کی وزرا عورتوں پر سلام کہنا شروع کر دیا۔ جب عادل بادشاہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا دور شروع ہوا تو انھوں نے اس بدعت کو ممنوع قرار دے کر اس کے بجائے مصر کے شہروں اور دیہاتوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم دے دیا۔ اس سے بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس بدعت نے مصر میں اس طرح وبائی شکل اختیار کر لی تھی کہ اس کو بالکل ختم کر دینا اس وقت کے بادشاہ کے بس میں بھی نہ تھا [1]۔ یہاں تک کہ انھوں نے غالباً اس قاعدے کے پیشِ نظر

اذا ابتلیتم ببلائین فاختروا اھونھما.

"جب تم دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤ تو ان دونوں میں سے ہلکی کو اختیار کرلو۔"

[1] سلطان صلاح الدین ایوبی مرحوم اگرچہ اس بدعت کو ختم نہ کر سکے، لیکن اپنے زمانے کے حکم رانوں پر سلام کے بدلے حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام سے بدل دیا۔ ذرا سوچیے! کیا ایوبیؒ کی یہ جرأت اسلام کا حصہ بن سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ دین وشریعت مکمل ہے۔ کسی بھی شخص کو اس میں حذف واضافے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کو جاری کیا تاکہ ملک میں فساد پیدا نہ ہو اور نہ خلفشار کی نوبت آئے اور اس طرح روافض کی جاری کردہ بدعتِ ضلالہ ختم ہو۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ملک عادل کی اتباع کا حکم نہیں دیا بلکہ حکم تو یہ ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدینؓ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو۔ اس عبارت میں صاف اور واضح لکھا ہے کہ یہ کارروائی نہ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوئی اور نہ حضرات خلفائے راشدینؓ کے دور میں، حالاں کہ اس وقت اذان بھی ہوتی تھی، مسجدیں بھی تھیں، پڑھنے والے بھی ہوتے تھے اور ان میں محبت بھی کمال درجے کی ہوتی تھی، پھر وہ کون سی نئی مجبوری لاحق ہوگئی کہ اس بدعت پر عمل کرنے کی شرعی ضرورت پیش آگئی؟

امام ابن حجر المکیؒ فرماتے ہیں کہ

"بلاشبہ مؤذنوں نے فرض نمازوں کی اذانوں کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی بدعت گھڑی ہے، مگر صبح اور جمعہ کی اذان سے پہلے وہ یہ کارروائی کرتے ہیں اور مغرب میں وقت کے تنگ ہونے کی وجہ سے وہ غالباً نہیں پڑھتے اور اس کی ابتدا سلطان ناصر صلاح الدینؒ ابن ایوبؒ کے دور میں اور اس کے حکم سے مصر اور اس کی ریاست میں ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حاکم مخذول قتل کر دیا گیا تو اس

کی بہن نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے لڑکے کے حق میں یوں سلام کہیں "اَلسَّلَامُ عَلَى الْإِمَامِ الطَّاهِرِ" پھر اس کے بعد اور حکمرانوں پر بھی یہ سلام ہوتا رہا، یہاں تک کہ صلاح الدینؒ نے اس کو ختم کیا اور اس کے عوض میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام جاری کیا۔ اس کا یہ فعل بہت اچھا ہے سو اللہ اس کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمارے مشائخ اور اس طرح دوسرے بزرگوں سے اس کے بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا کہ اذان کے بعد اس کیفیت سے جس طرح کہ اب مؤذن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ تو انھوں نے یہ فتوی دیا کہ درود شریف تو سنت ہے مگر اس کیفیت سے پڑھنا بدعت ہے۔ (الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیۃ: ج ۱ ص ۱۳۱)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ "اللہ اس کو جزائے خیر عطا فرمائے" جملہ دعائیہ صرف اس فعل سے متعلق ہے کہ سلطان صلاح الدینؒ نے فساق و فجار حکام پر سلام کے طریقے کو بند کر دیا تھا اور جس صلوٰۃ وسلام کو انھوں نے جاری کیا اُس سے اِس جملے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئمہ و مشائخ کے فتاوے سے اذان کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نفس صلوٰۃ وسلام کو سنت اور رائج کیے گئے طریقے کو بدعت لکھا ہے۔

امام ابن حجرؒ آگے لکھتے ہیں:

''اس مضمون کی کئی حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور ہم نے ان میں سے کسی میں نہیں دیکھا کہ اذان سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے اور نہ یہ کہ بعد میں محمد رسول اللہ کے الفاظ پڑھے جائیں اور ہم نے اپنے اماموں کے کلام میں بھی نہیں دیکھا کہ انھوں نے اس سے کچھ اختلاف کیا ہو۔ ان حالات میں یہ دونوں باتیں اس مذکور مقام میں سنت نہیں بلکہ بدعت ہیں۔ سو جس شخص نے ان میں سے کوئی ایک بات بھی سنت سمجھ کر اس مخصوص محل میں کرے تو اسے منع کیا جائے گا اور روکا جائے گا، کیوں کہ یہ بلا دلیل شریعت بنانا ہے اور جو شخص بغیر دلیل کے شریعت بنائے تو اس کو اس سے ڈانٹا جائے گا اور روکا جائے گا۔'' (ج ۱، ص ۱۳۱)

ملاحظہ کیجیے کہ کس صفائی سے امام ابن حجرؒ نے اس بدعت کو روکنے کی کوشش اور جرأت کی ہے۔

مطلق درود شریف اور ذکر کی فضیلت کی حدیثوں سے اذانوں اور نمازوں سے پہلے یا بعد میں جہراً پڑھنے پر استدلال کرنا اپنی غیر معصوم رائے سے دین میں دخل دینا ہے۔ چناں چہ علامہ ابواسحاق الشاطبیؒ (وفات ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں کہ

''ان مطلق احکام میں قید لگانا جن میں شریعت کی طرف سے قید لگانا ثابت نہیں، شریعت میں اپنی رائے کو دخل دینا ہے۔''

(الاعتصام: ج۱، ص۲۸۴، طبع مصر)

اسی طرح ذکر وغیرہ کا معاملہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہتر رزق وہ ہے جو کفایت کرے۔''

(عن سعد صحیح الجامع الصغیر: ج۲، ص۸)

ذکر بالجہر اپنی شرائط کے ساتھ درست بھی ہو تو اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ آہستہ ذکر کرنا بہر حال بہتر ہے اور ترجیح اس کو ہے۔ کیوں کہ اس سے دِکھاوا بھی نہیں ہوگا اور نمازیوں، سونے والوں، مطالعہ کرنے والوں اور بیماروں کو اس طرح سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

اور امام سخاویؒ لکھتے ہیں کہ

مؤذنوں نے پانچ فرض نمازوں کی اذانوں کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی بدعت گھڑی ہے، مگر صبح اور جمعہ کے موقع پر وہ یہ کارروائی اذان کے پہلے کرتے ہیں اور مغرب کے وقت بالکل نہیں کرتے، کیوں کہ اس کا وقت تنگ ہوتا ہے۔ اور اس کی ابتدا سلطان

صلاح الدین ابوالمظفر یوسف ابن ایوب کے دور میں ہوئی اور اس کے حکم سے ہوئی، کیوں کہ جب حاکم ابن عزیز قتل ہوا تو اس کی بہن ست الملک نے حکم دیا کہ اس کے لڑکے طاہر پر اس طرح سلام کہا جائے۔ السلام علی الاما الطاهر. پھر اس کے بعد حکم رانوں پر یکے بعد

دیگرے سلام کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ صلاح الدینؒ نے اس کو بند کر دیا۔ اس کو جزائے خیر ملے اور بے شک اس کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ کیا وہ مستحب ہے یا مکروہ یا بدعت یا محض جائز اور اس کے مستحب ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا گیا ہے کہ تم بھلائی کرو اور ظاہر ہے کہ صلوٰۃ وسلام بڑی عبادات میں سے

ہے۔ خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب پر حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور علاوہ ازیں اذان کے بعد اور سحری کے وقت اور فجر کے قریب دعا کی فضیلت کی حدیثیں بھی آئی ہیں اور درست بات یہ ہے کہ یہ "بدعت حسنہ" ہے۔
(القول البدیع: ص ۱۹۴، طبع الہ آباد۔الہند)

اس عبادت سے بھی معلوم ہوا کہ "اس کو جزائے خیر ملے" کے جملۂ دعائیہ کا تعلق صرف اس بات سے ہے کہ سلطان صلاح الدینؒ نے ظالم اور عیاش بادشاہوں پر سلام کی بدعت کو ختم کیا تھا۔ رہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اذانوں کے بعد صلوٰۃ وسلام کا معاملہ تو وہ اس کے بارے میں علمائے کرام سے چار قسم اختلافات نقل کرتے ہیں کہ کسی نے اس

کو مستحب کہا اور کسی نے مکروہ، کسی نے اسے بدعت کہا اور کسی نے صرف جائز اور اپنی
رائے بدعتِ حسنہ ہونے کی بیان کی بہ شرطے کہ اس کا کرنے والا نیک نیتی سے یہ کام کرتا
ہو اور دلیل یہ بیان کی کہ یہ بھی ایک خیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَافْعَلُوا الْخَيْرَ کہ تم

بھلائی کیا کرو اور بہ کثرت حدیثیں صلوٰۃ وسلام کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور اذان کے
بعد اور سحری کے وقت اور فجر کے وقت دعا کی فضیلت آئی ہے، مگر امام سخاویؒ نے یہ جو کچھ
بیان کیا ہے دعوے سے بالکل غیر متعلق ہے۔ کیوں کہ صلوٰۃ وسلام کی فضیلت کا کون
مسلمان منکر ہے؟ اور اسی طرح سحری کے وقت اور بہ وقت فجر دعا کی فضیلت کا (جو
احادیث سے ثابت ہے) کون انکار کرتا ہے؟ دعویٰ اور سوال تو یہ ہے کہ بلند آواز سے جو
گلے پھاڑ پھاڑ کر اذانوں سے پہلے یا بعد میں جو صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اُس کی کیا دلیل

ہے؟ اس کی فضیلت پر کون سی حدیث وارد ہوئی ہے؟ امام سخاویؒ وہ نہیں پیش کر سکے۔ اگر
یہ فعل وَافْعَلُوا الْخَيْرَ سے ثابت ہوتا تو حضرات خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ اور

خیر القرون کے سلف صالحین پر یہ عقدہ کیوں نہ کھلا؟ اور ہم تو مقلد ہیں امام اعظم امام
ابوحنیفہؒ کے، انھوں نے بھی تو یہ کام نہیں کیا۔ کیا اُن کے سامنے وَافْعَلُوا الْخَيْرَ کا قرآنی
مضمون نہ تھا؟ اگر یہ کارروائی خیر ہوتی تو وہ حضرات کبھی اس سے نہ چوکتے۔

حافظ ابن کثیرؒ کی رائے:

حافظ ابن کثیرؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

"بہر حال اہلِ سنت والجماعت یہ فرماتے ہیں کہ جو فعل اور قول حضرات صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہوا ہو تو وہ بدعت ہے۔ کیوں کہ اگر وہ خیر اور بہتر ہوتا تو ضرور وہ ہم سے اس کے کرنے میں سبقت لے جاتے۔ کیوں کہ انھوں نے بھلائی کی خصلتوں میں سے کوئی خصلت ایسی نہیں چھوڑی جس میں وہ سبقت نہ لے گئے ہوں۔" (تفسیر ابن کثیر: ج ۴، ص ۱۵۶)

علامہ ابن امیر الحاجؒ فرماتے ہیں کہ

"(اہلِ بدعت نے) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چار مقامات پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی بدعت ایجاد کی ہے جس کا وجود سلف صالحینؒ کے زمانے میں نہ تھا اور خیر تو ان کی پیروی ہی میں ہے۔ حالاں کہ یہ بدعت تھوڑا ہی

زمانہ گزرا ہے کہ ایجاد ہوئی ہے۔ ان مقامات میں سے ایک طلوع فجر کے وقت روزانہ اور دوسرا جمعہ کی رات کو عشا کی اذان کے بعد درود شریف پڑھنا ہے۔" (مدخل: ج ۲، ص ۲۴۹)

فتاویٰ ذخیرۃ السالکین میں لکھا ہے کہ اذان سے پہلے اور بعد میں درود شریف پڑھنا ان بدعات میں سے ہے جن کا وجود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانے میں نہ تھا۔ (بہ حوالہ غایۃ الکلام: ص ۱۲۸)

ان تمام حوالوں سے روزِ روشن کی طرح یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ اذان کے بعد اور اس سے پہلے بلند آواز کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا بدعت ہے اور اس کی ابتدا رافضیوں کے دور میں ہوئی اور ایسے ظالم حاکم کے ہاتھ پر ہوئی جو بداخلاق، راشی، حرام خور اور انتہائی کمینہ تھا اور موجودہ صلوٰۃ وسلام کا طریقہ رافضیوں کے سلام کا چربہ ہے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ سلطان صلاح الدینؒ نے رافضیوں کی بدعت کو ختم کر کے اسے رائج کیا۔ آپ اس کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے بڑی بدعت کو ختم کر کے چھوٹی اور ہلکی بدعت اختیار کی، مگر بدعت بہرحال بدعت ہے اور جب بدعت ہوئی تو اس میں حسن کہاں سے آئے گا جسے آپ بدعت حسنہ کہیں۔ حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ

"بدعت جب شرعاً مردود ہے تو اس میں حسن کہاں سے پیدا ہوگا۔"

(مکتوبات مجدد الف ثانی: حصہ سوم، مکتوب ۱۸۶، ص ۷۲، طبع امرتسر)

حضرت مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ

"حق تعالیٰ سے عاجزی اور زاری کے ساتھ دعا ہے کہ جو چیز دین میں گھڑی گئی ہے اور بدعت جاری کی گئی ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اوران کے خلفائے راشدینؓ کے دور میں نہ تھیں اگر چہ وہ چیز روشنی میں صبح کی روشنی کی مانند ہو، اس ضعیف کو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس جماعت میں شامل نہ کرے، جو بدعت کے عمل میں گرفتار اور بدعت کے حسن کے فتنے میں مبتلا ہے۔" (مکتوبات مجدد الف ثانی: حصہ سوم مکتوب ۱۸٦، ص ۲۷، طبع امرتسر)

یہ یاد رہے کہ جس طرح کسی ثابت شدہ چیز کا کرنا اپنے مقام پر سنت ہے اسی طرح غیر ثابت شدہ چیز کا ترک اور نہ کرنا بھی اپنی جگہ اور اپنے محل میں سنت ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ نے اذان سے قبل اور بعد بلند آواز سے نہ تو صلوٰۃ وسلام پڑھا اور نہ اس کا حکم فرمایا۔ کیوں کہ یہ کام انھوں نے نہیں کیا اس لیے اب یہ کام ہم نہ کر کے یا اُسے چھوڑ کے انھی کی سنت ادا کریں گے۔ یہ کہنا کہ اُسے چھوڑنے سے کوئی سنت ادا نہیں ہوتی، تو یہ محض اپنے دل کو بہلانے والی بات ہے۔ ہو سکتا ہے یہ ساری تحریر پڑھنے کے بعد کوئی صاحب یہ کہہ دیں کہ جناب میں تو اب بھی اذان سے پہلے اونچی آواز میں صلوٰۃ وسلام پڑھوں گا کیوں کہ میں یہ عمل نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت میں کرتا ہوں اور اللہ مجھے میرے اس عمل پر سزا نہیں دے گا۔ تو اُن کے لیے ایک واقعہ نقل کر دیتا ہوں کہ شاید اس سے وہ اپنی ضد سے باز آجائیں۔

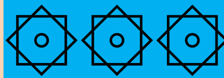
حضرت علیؓ (شہادت ۴۰ھ) سے ایک روایت ان الفاظ سے مروی ہے

ایک شخص نے عید کے دن نماز عید سے پہلے نفل نماز پڑھنی چاہی تو حضرت علیؓ نے اس کو منع کیا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر سزا نہ دے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اور میں بالیقین جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل پر ثواب نہ دے گا جب تک کہ اس

فعل کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو یا اس کی ترغیب نہ دی ہو۔ پس تیری یہ نماز فعل عبث (فضول کام) ہوگی اور فعل عبث حرام ہے اور شاید کہ تجھے اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے سزا دے۔" (شرح مجمع البحرین، کذافی الجنہ: ص ۱۶۵، نظم البیان: ص ۴۳)

میرے بھائیو، برزگو اور دوستو! آپ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایک ایسا عمل کر رہے ہیں جس کا حکم اللہ کے نبی نے نہیں دیا اور یہ شخص تو اللہ کی محبت میں اللہ کی عبادت کرنا چاہ رہا تھا لیکن ایسے وقت جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں فرمایا۔ حضرت علیؓ نے جب اس شخص سے کہہ دیا کہ تیرا عمل فضول ہے اور تجھے اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے سزا دے گا تو آپ کس شمار میں ہیں؟

خدارا! اب بھی سنبھل جائیں، دینِ اسلام کسی کے باپ کی جاگیر نہیں کہ جو ہم مناسب یا ٹھیک سمجھیں وہ کرتے رہیں۔ ہمارا دین سوا چودہ سو سال پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا اب اس میں کسی نئے طریقے کی عبادت کی ضرورت نہیں، جس پر ہم اللہ سے ثواب کی اُمید کریں۔ یہ ثواب کمانے کے نئے طریقے آپ کو عذابِ جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ اپنے آپ کو بچائیں اور صرف اور صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور ائمہ کرام رحمتہ اللہ علیہم کے طریقوں پر عمل کرتے ہوئے اللہ اور اس کے پیارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کریں کیوں کہ ان ہی کی خوشنودگی ہمارا مقصدِ حیات ہے اور جنت کی ضمانت بھی۔



نماز کے بعد صلوٰۃ وسلام

اس امت مرحومہ پر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے حد و بے حساب ہیں۔آپ نے کفر وشرک کی نجاست وغلاظت سے پاک کیا،اللہ تک پہنچنے کا صحیح راستہ امت کو بتلایا۔انسان کی فلاح وکامیابی کا نسخۂ کیمیا بلاکم وکاست اس تک پہنچایا،ہدایت وضلالت کا فرق واضح کیا،اور ایک ایسا ابدی نظام حیات عطا فرمایا جس پر چل کر امت دنیا کی کامیابی اور آخرت کی فلاح وکامرانی حاصل کرسکتی ہے۔ وغیر ذلک۔

ایسے محسن کے احسانات کا بدلہ نہ دینا بہت بڑی ناشکری اور ناسپاسی تھی۔لیکن امت کس طرح بدلہ دے سکتی ہے؟اور کس طرح اس سے عہدہ برآ ہوسکتی ہے؟اس مقصد کے لئے اللہ تبارک وتعالی نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود وسلام بھیجنے کا حکم فرمایا،درود شریف حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات عظیمہ کا اقرار اور آپ کی ذات اقدس سے اپنے تعلق کا اظہار اور آپ کے احسانات کا بدلہ نہ دے سکنے کا اعتراف ہے اسی لئے قرآن کریم میں اس کا حکم دیا گیا ہے،(۱) احادیث نبویہ (علی صاحبها الصلاۃ

(۱) ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایها الذین امنوا صلوا علیہ ...... الایۃ(الاحزاب:۵۶)

والسلام) میں اس کے فضائل وبرکات بیان کئے گئے (۱) اور درود نہ بھیجنے والوں کی مذمت کی گئی ہے (۲)
احادیث، اس باب میں کثیر ہیں، فقہاء امت نے اس کے مستقل احکام بیان کئے ہیں۔
فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ جب بھی آپ کا نام نامی زبان پر آئے درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

قال الطحاوی: تجب کلما ذکر، وجعل فی التحفۃ قول الطحاوی اصح، وھو المختار (۳)

والمعتمد من المذھب قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقلانی.(۴)

اس کے علاوہ عمر میں ایک مرتبہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا فرض ہے، نماز میں سنت اور عام اوقات میں بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو، مستحب ہے۔(۵)

---

(۱) مشکوۃ المصابیح —باب الصلوۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم— ۱/۸۶—ونصہ :"من صلی علی واحدا صلی اللّٰہ علیہ عشرا".

(۲) حوالہ سابقہ —ونصہ : "رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علیّ".

(۳) صغیری شرح منیۃ المصلی لإبراھیم بن محمد الحلبیؒ —صفۃ الصلوۃ —ص۱۷۶—ط: میر محمد

(۴) رد المحتار علی الدر المختار—آداب الصلوۃ—مطلب ھل نفع الصلوۃ عائد للمصلی الخ — ۱/۵۱۷.

(۵) الدر المختار شرح تنویر الأبصار لعلاء الدین محمد الحصکفیؒ(م۱۰۸۸ھ)، — ۱/۵۱۸— وعبارتہ: "فتکون فرضاً فی العمر وواجباً کلما ذکر علی الصحیح..... وسنۃ فی الصلوٰۃ ومستحبۃ فی کل اوقات الامکان".

الغرض درود شریف پڑھنا بڑی نیکی کا کام اور بہت فضیلت وبرکت کی چیز ہے، البتہ اعمال حسنہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اسی وقت قبول ہوں گے جب کہ ان کو اس طریقہ پر انجام دیا جائے جو طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور ائمہ مجتہدین (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے ثابت ہے، اگر اس طریقہ سے تجاوز کیا گیا اور خود ساختہ طریقے ایجاد کئے گئے، اسی طرح اعمال کے درجات، ایجادِ بندہ کے طور پر مرتب کئے گئے تو بجائے اجر وثواب کے حبط اعمال وگناہ کا اندیشہ ہے۔ دیکھئے نماز کس قدر اہم عبادت ہے جس کی فرضیت دین کا ایک رکن ہے لیکن اگر کوئی شخص نماز کو ان اوقات میں پڑھے جن

کی ممانعت حدیث میں بیان کی گئی ہے یا بجائے پانچ نمازوں کے چھ نمازیں قرار دے لے بتلایئے ایسے شخص کو کیا کہا جائے گا؟۔

''اتباع سنت''، اعمال حسنہ کی روح ہے اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اتباع سنت سب سے زیادہ محبوب چیز تھی اور اس میں تھوڑی سی بھی تبدیلی کو یہ حضرات بہت بڑی معصیت اور سنگین جرم شمار کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ رکھے۔یعنی یہ امر ضروری نہ سمجھے کہ امام کے لئے سلام کے بعد داہنی طرف بیٹھنا ضروری ہے۔میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو بائیں طرف بیٹھتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔حدیث اس طرح ہے:

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: لایجعلنّ احد کم للشیطان شیئاً من صلاتہ یری حقاً......الخ(۱)

اس کے ذیل میں علامہ طیبیؒ شارح مشکوۃ المصابیح لکھتے ہیں:

وفیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ و منکر؟ (۲)

---

(۱)مشکوٰۃ المصابیح —باب الدعاء فی التشھد—الفصل الاول—۱/۸۷.

(۲)شرح الطیبی —باب الدعاء فی التشھد—۲/۳۴۷—ط: ادارۃ القرآن کراتشی

مرقاۃ المفاتیح —۲/۳۵۳ —مکتبہ امدادیہ ملتان.

اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب کو ضروری سمجھے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو شیطان کا داؤ اس پر چل گیا (کہ شیطان نے اسے گمراہ کردیا) جب کسی مستحب کو ضروری سمجھنے کا یہ حکم ہے تو اندازہ لگاؤ کہ کسی بدعت یا منکر کو ضروری سمجھنے والے کا کیا حال ہوگا۔

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ: اگر کوئی حکم سنت یا بدعت ہونے کے درمیان دائر ہو تو ترک سنت راجح ہوگا فعل بدعت کے مقابلے میں۔ چنانچہ "درمختار" میں "باب مکروهات الصلاة" میں لکھا ہے:

وقلب الحصا للنهي آلالسجوده التام فيرخص مرةً وتركها اولى ،قال الشامي قوله وتركها اولى: لانه اذاتردد الحكم بين سنةٍ وبدعةٍ كان ترك السنة راجحاًعلى فعل البدعة .(۱)

فقہاء کرامؒ نے اس امر پر بار بار تنبیہ کی ہے کہ عوام کسی غیر فرض کو فرض نہ بنالیں،

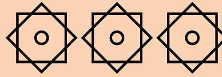
قال في الفتح: وقيده في التحفة بكونه على وجه لايعلم العوام ذلک کی لايعتاد واصومه فيظنه الجهال زيادة على رمضان.(۲)

واضح رہے کہ کسی غیر فرض کو فرض سمجھنا اور اس کے نہ کرنے والے پر نکیر و اعتراض کرنا بدعت ہے اور بدعت کا ارتکاب کرنا اسلام میں بدترین معصیت ہے۔ اعاذنا الله منها

جمعہ کی نماز کے بعد اس طرح صلاۃ وسلام پڑھنا جس کا آج کل بعض مساجد میں رواج ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور ائمہ کرامؒ کسی سے ثابت نہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کو مسجد میں بلند آواز سے درود پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے ان کو مسجد سے نکال دیا اور فرمایا میں تم کو بدعتی سمجھتا ہوں، حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ أخرج جماعةً من المسجد یھلّلون ویصلّون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جھراً وقال لھم ماأراکم الا مبتدعین (۱) واخرجہ الدارمی فی مسندہ (۲). فقط واللہ اعلم

کتبہ: ولی حسن ٹونکی | بینات-ربیع الآخر ۱۳۸۶ھ



درود وسلام کو باآواز بلند پڑھنا

درود شریف بھی اللہ تعالیٰ کے حضور ایک دعا ہے اور دُعا کا مزاج یہ ہے کہ وہ آہستہ ہو. ذکر بعض حالات میں بعض شرائط کے ساتھ جہر سے بھی ہو سکتا ہے لیکن درود شریف کے لیے جہر کی کوئی صُورت نہیں. یہاں اپنے وطن میں بھی پڑھو تو آہستہ اور روضۂ رسول پر حاضری نصیب ہو تو وہاں بھی انتہائے ادب سے دبی آواز سے۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید اینجا

قرآن کریم میں ہے :-

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجر عظیم ٥ ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون. (پ ۲۶ الحجرات ۴)

ترجمہ: بے شک جو لوگ رسول اللہ کے حضور دبی آواز رکھتے ہیں وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے خالص تقوے سے نوازا ہے ان لوگوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے ٥ بے شک وہ لوگ جو آپ کو حجروں کے باہر سے (دُور سے) پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے. ان لوگوں کے سوچنے کا مقام ہے جو یہاں سے آپ کو آوازیں دیتے ہیں۔

آپ پر درود شریف پڑھنا دعا ہے اور دعا میں سنت یہی ہے کہ وہ آہستہ دبی آواز میں کی جائے. درود شریف میں یہ اصل ہر صورت میں رکھی جائے. نماز میں بھی درود آہستہ آواز سے پڑھا جاتا ہے اور جہری نمازوں میں بھی اسے جہر سے پڑھنے کی کوئی صورت نہیں. فقہ حنفی میں یہ مسئلہ صراحت سے لکھا ہے.

مروّجہ دُرود وسلام کی شرعی حیثیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف پڑھنا اعلیٰ ترین عبادت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرۂ مقدس بھی بڑی سعادت ہے۔ دُرود شریف نہایت توجہ اور یکسوئی سے پڑھنا چاہئے، اور یہ انفرادی عمل ہے، اجتماعی عمل نہیں۔ آج کی میلاد شریف کے نام پر جو محفلیں ہوتی ہیں، ان میں بہت سی چیزیں ایسی شامل ہوگئی ہیں جو شرعاً دُرست نہیں، مثلاً: نعتیں پڑھنے والے اکثر داڑھی منڈے ہوتے ہیں، نعتوں کے مضامین صحیح نہیں ہوتے، روایات غلط سلط بیان کی جاتی ہیں، اور ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا جاتا ہے۔ بعض جگہ مردوں، عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، بعض جگہ روشنی زائد از ضرورت کی جاتی ہے، بعض جگہ شیرینی تقسیم کرنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اگر کوئی جلسہ ان مفاسد سے خالی ہو، صحیح روایات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات بیان کئے جائیں اور سامعین پورے ادب واحترام سے سنیں، تو اس کو کوئی بدعت نہیں کہتا۔ صلوٰۃ وسلام کا جو طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، اسی طریقے میں برکت وسعادت ہے، یہ جو نمازِ جمعہ کے بعد یا دُوسرے موقعوں پر لاؤڈ اسپیکر پر مل کر راگ

گایا جاتا ہے، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نہیں، بلکہ خالص ریاکاری ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود پڑھنا مقصود ہوتا تو ہر آدمی تنہائی میں یکسوئی کے ساتھ بیٹھ کر دُرود شریف پڑھتا، مل کر گانے، لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے اور لوگوں کو سنانے کی کیا ضرورت تھی؟ بہر حال صدرِ اوّل سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اللہ رب العزّت سے دعاء ہے کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو صحیح دین کی سمجھ اور اس پر استقامت عطا فرمائے، اور پیارے پیغمبر ﷺ کی سنتّوں کی اتباع، اور ہر قسم کی بدعات ورسومات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے (اٰمین)

والحمدُ لله على توفيقِهِ وأسألُه تعالى المزيدَ من فضلِه، وأنْ يَرْزُقَني محبّةَ لقائِهِ عندُ مفارَقَةِ هذه الدنيا الفانيةِ إلى الدارِ الأبديّةِ الخالدة، ﴿مَعَ الَّذينَ أَنْعَمَ الله عَلَيْهِم من النّبِيّينَ والصِّدِّيقينَ والشُّهدَاءِ والصَّالِحين وحَسُنَ أُولئك رَفِيقاً﴾.

محمد موسیٰ شاکر غفراللہ لہ: ۲ اجمادی الثانی ۱۴۳۴ھ / ۲۴ اپریل ۲۰۱۳)

